اردو کی شعری اصناف

ڈاکٹر خواجہ اکرام

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ دہلی

Scanned with CamScanner

نوٹ: اردو کی ان شعری اصناف کا ذکر کرنا بھی ضروری ھے جن کی شناخت ھیئت سے نھیں بلکه موضوع سے ھوتی ھے۔ ان اصناف میں شھر آشوب، واسوخت اور ریختی قابل ذکر ھیں۔ اردُو میں ان تینوں اصناف کی روایتیں موجود ھیں اور اس وقت سے موجود ھیں جب سے اردو شاعری کا وجود ھے۔ یه اور بات ھے که ان اصناف نے مخصوص عھد میں صنف کی حیثیت سے مقبولیت حاصل کی لیکن یه مقبولیت وقتی اور عارضی رھی، یھی وجه ھے که ان کی مستقل روایتیں نھیں ملتیں تاھم جو سرمائے موجود ھیں وہ یقیناً اردو شعر و ادب میں ایک اھم اضافه ھیں۔

شہر آشوب

شہر آشوب سے مراد ایسی صنف سخن ہے جس میں کسی شہر یا ملک کے بگڑتے حالات، ابتری، بدامنی، بدنظمی، انتشار و کرب اور اقدار کی شکست و ریخت کا بیان ہو۔ اس کے لیے کوئی مخصوص ہیئت متعین نہیں یہ عموماً مخمس، مسدس، قطعہ، رباعی، چھوٹی مثنوی اور قصیدے کی ہیئت میں لکھے گئے ہیں۔ سید مسعود حسن رضوی ادیب اپنے مضمون 'شہر آشوب' میں شہر آشوب کی صنفی اور موضوعی نوعیت کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

''شہر آشوب ایک صنف نظم کا نام ہے جو ابتدا میں ایسے قطعوں یا

رباعیوں کا مجموعہ ہوتی تھی جن میں مختلف طبقوں اور مختلف پیشوں سے تعلق رکھنے والے لڑکوں کے حسن و جمال اور ان کی دلکش اداؤں کا بیان ہوتا تھا۔ صرفی اعتبار سے لفظ شہر آشوب، مرکب اضافی ہے۔ اضافت مقلوب کے ساتھ یعنی آشوب شہر یا اسم فاعل ترکیبی ہے یعنی آشوبندہ شہر۔ اس لغوی حیثیت سے 'شہر آشوب' کے ایک معنی ہوئے شہر کے لیے فتنہ اور ہنگامہ، دوسرے معنی ہوئے شہر میں فتنے اور ہنگامے برپا کرنے والے۔ حاصل دونوں کا ایک ہے۔ حسین و جمیل لڑکوں کی ذات ہنگاموں کا باعث ہوسکتی تھی۔ یہی شہر آشوب کی وجہ تسمیہ ہے۔"

(نقوش، لاہور، 1940)

اور موضوعات کے اعتبار سے شہر آشوب کی درجہ بندی کرتے ہوئے اسے تین الگ الگ خانوں میں رکھا ہے۔

1. ایسے قطعوں، رباعیوں، مختصر مثنویوں یا مفرد شعروں کا مجموعہ جن میں مختلف حلقوں اور پیشہ وروں کے لڑکوں کے حسن اور ان کی دلکش اداؤں کا ذکر ہو۔
2. ایسی نظم جس میں مختلف طبقوں اور پیشہ وروں کا ذکر ہمدردی کے رنگ میں یا تضحیک و ہجو کے انداز میں کیا گیا ہو، خواہ قصیدے کی شکل میں، خواہ مثنوی، مخمس یا مسدس کی شکل میں ہو۔
3. ایسی نظم جس میں کسی شہر کی تباہی اور اس شہر کی بدحالی کا بیان کیا گیا ہو، خواہ کسی شکل میں ہو۔"

(نقوش، لاہور، 1940)

لیکن بعد میں شہر آشوب سے مراد ایسی نظم لی جانے لگی جس کا ذکر مسعود حسن نے تیسرے نمبر پر کیا ہے۔

اٹھارھویں صدی عیسوی کے اوائل سے اردو میں شہر آشوب کی روایت شروع ہوئی۔ اس سلسلے میں اب تک کی تحقیق کے مطابق جعفر زٹلی کا نام سرفہرست ہے۔ انھوں نے قصیدے کی ہیئت میں شہر آشوب لکھے۔

Scanned with CamScanner

'نوکری نامہ' ان کا مشہور شہر آشوب ہے جس میں 25 اشعار ہیں۔ یہ تمام اشعار نوکری نہ ملنے کی اذیت، فاقہ کشی اور معاشی پریشانیوں کے ذکر پر مبنی ہیں۔ ساتھ ہی انتظام سلطنت اور امرائے سلطنت کو اس کا ذمے دار ٹھہراتے ہوئے طنز و تعریض کا نشانہ بنایا ہے:

بشنو بیان نوکری جب گانٹھ ہوے کھوکھری
جب بھول جاوے چوکڑی یہ نوکری کا حظ ہے
یہ صبح ڈھونڈے چاکری کوئی نہ پوچھے بات ری
سب قوم ڈھووے لاکڑی یہ نوکری کا حظ ہے
صاحب عجب بیداد ہے محنت ہمہ برباد ہے
اے دوستاں فریاد ہے یہ نوکری کا حظ ہے

دوسرے شہر آشوب میں زٹلی نے اقدار کی شکست و ریخت کا ذکر کیا ہے:

گیا اخلاص عالم سے عجب یہ دور آیا ہے
ڈرے سب خلق ظالم سے عجب یہ دور آیا ہے
نہ بولے راستی کوئی عمر سب جھوٹ میں کھوئی
اتاری شرم کی لوئی عجب یہ دور آیا ہے

زٹلی کے ان دونوں شہر آشوبوں کی مثالوں سے بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ انھوں نے اپنے عہد کی معاشی پریشانی اور معاشرتی اصولوں اور اقدار کی شکست و ریخت کی جانب بڑی خوبصورتی سے اشارہ کیا ہے۔ ان کے بعد شاکر ناجی کا نام آتا ہے۔ انھوں نے بھی امرا و شرفا کی عیش کوشی اور محفل طرب و نشاط کی گرم بازاری اور عوام کی خستہ حالی کا ذکر کیا ہے۔ حاتم نے مخمس کی ہیئت میں 'بارہ صدی' کے عنوان سے شہر آشوب لکھا ہے۔ اس شہر آشوب سے اس عہد کی معاشرتی اور ثقافتی زندگی کی حقیقی تصویر کشی ہوتی ہے:

Scanned with CamScanner

یہاں کے قاضی و مفتی ہوئے ہیں رشوت خور
یہاں کے دیکھو سب اہل کار ہیں گے چور
یہاں کرم سے نہیں دیکھتے ہیں اور کی اور
یہاں سبھوں نے بھلائی ہے دل سے موت اور گور
یہاں نہیں ہے مدارا بغیر دار و مدار

سودا کے شہر آشوب بھی کافی مشہور ہیں لیکن سب سے زیادہ شہرت 'تضحیک روزگار' کو ملی جو قصیدے کی ہیئت میں ہے۔ اس میں گھوڑے کو علامت کے طور پر پیش کیا اور اس علامت کے سہارے انھوں نے سماجی و اخلاقی گراوٹ، مغلیہ حکومت کی پستی، فوجی نظام کی ابتری اور زبردست اقتصادی بحران کو بیان کیا ہے۔ سودا کو اظہار بیان پر اس قدر مہارت ہے کہ انھوں نے ایک ایک پہلو کو اپنے طنز ونشتر کا نشانہ بنایا ہے:

مانند نقش نعل زمیں سے بجز فنا
ہرگز نہ اٹھ سکے وہ اگر بیٹھے ایک بار
اس مرتبہ کو بھوک سے پہنچا ہے اس کا حال
کرتا ہے راکب اس کا جو بازار میں گزار
قصاب پوچھتا ہے مجھے کب کرو گے یاد
امیدوار ہم بھی ہیں کہتے ہیں یوں چمار
ہر رات اختروں کے تئیں دانہ بوجھ کر
دیکھے ہے آسماں کی طرف ہو کے بے قرار

میر کے شہر آشوبوں میں بھی اپنے عہد کی جھلکیاں دکھائی دیتی ہیں بالخصوص نادر شاہ اور احمد شاہ ابدالی کے بعد دلی کی بربادی اور امرا کی تباہ حالی اور عوام الناس کی خستہ حالی کو مختلف طریقوں سے بیان کیا ہے مثال ملاحظہ ہو:

Scanned with CamScanner

جس کسو کو خدا کرے گمراہ آوے لشکر میں رکھ امید رفاہ
یاں نہ کوئی وزیر ہے نے شاہ جس کو دیکھو سو ہے بحال بتاہ
طرفہ مردم ہوئے اکٹھے آہ

نظیر اکبرآبادی نے بھی اپنے شہرآشوب میں آگرے کی معاشرتی ابتری اور وہاں کے پیشہ وروں کی بدحالی کو بہت عمدگی سے پیش کیا ہے:

ہے اب تو کچھ سخن کا مرے کاروبار بند رہتی ہے طبع سوچ میں لیل و نہار بند
دریا سخن کی فکر کے ہے موج دار بند ہو کس طرح نہ منہ میں زباں بار بار بند
جب آگرے کی خلق کا ہو روزگار بند

بہرکیف یہ تو چند مثالیں ہیں وگرنہ بہت سے شعرا نے شہرآشوب لکھے ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ یہ شہرآشوب محض اظہار غم وغصہ کا ذریعہ نہ تھے بلکہ ان شہرآشوبوں سے ہندوستان کی سیاسی، سماجی، معاشرتی اور اقتصادی تاریخ مرتب کی جاسکتی ہے اور سچ تو یہ ہے کہ ہندوستانی تاریخ کے مورخین نے شہرآشوب کے حوالے بھی دیے ہیں۔ شاعری کی تمام اصناف میں اس اعتبار سے بھی اردو شہرآشوب کو اہمیت حاصل ہے۔

○